بچے دو ہی اچھے ---- کیوں؟

نعیم صدیقی

اس معاملے میں لوگوں کی رائیں بڑی مختلف ہیں۔ لیکن ایسے بے شمار لوگ محکمہ فیملی پلاننگ (یا بہبودِ آبادی) کی طرح اخباروں میں اشتہار نہیں دے سکتے' نتیجہ یہ کہ پروپیگنڈا (زیادہ تر سرکاری + کسی قدر جدید طبقے کا) کے سیلاب کی لہریں سب کی ٹھوڑیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ فلم سے' ٹیلی ویژن سے' اخبارات سے' تقاریر سے' طبی اور معاشرتی مسائل سے متعلق محکموں کے کارندوں کے ذریعے' استادوں اور طلبہ نیز استانیوں اور زیر تعلیم لڑکیوں کے ذریعے' خود نصابی کتب' ان کی تشریحات اور امتحانی پرچوں کے ذریعے چاروں طرف ایسی لہریں اٹھتی ہیں کہ جن کا اصل ہدف مُلاّ ہوتا ہے۔ وہ آڑے نہ آئے اور فنڈا مِنٹلزم کی بجلیوں کی بوچھاڑ نہ کرے تو سب ٹھیک ہو جائے۔ جی ہاں وہ سارے رنگا رنگ کرتوت مُلاّ ہی کے ہیں جن کا مظاہرہ تقریباً ۴۵ سال سے حکومتوں نے کیا ہے اور آج ہماری کشتی انہی کے عنایات سے جعفر زٹلی کی کشتی بن گئی ہے کہ

درمیانِ قعرِ دریا کشتیٔ جعفر زٹل
ڈبکوں ڈبکوں می کند بایک دو دھکا پار کن

تھوڑی دیر کے لیے ملاؤں اور علمائے کرام اور اسلامی نظریاتی کونسل سب کو درکنار رکھیے۔ آپ بھی ذرا فرنگیانہ افکار کی گداگری کا کاسہ گلے سے الگ کر کے ایک طرف ڈالیے۔ آیئے اب ہم اس مسئلے کے صرف چند پہلوؤں پر عام اوسط انسانوں کی طرح غور کرتے ہیں۔ مثلاً چند سوال

۱۔ اگر آپ نے بھارت میں پچھلے سو سال میں زور دار فیملی پلاننگ کی ہوتی تو شاید پاکستان نہ بن سکتا۔ مثلاً ۴۰ کروڑ آبادی میں آپ ۵ یا ۳ کروڑ ہوتے۔

۲ ۔ اگر افغانستان میں گزشتہ پچاس سال سے فیملی پلاننگ کا زور ہوتا تو جہادِ افغانستان کا رخ دوسرا ہوتا۔ بلکہ جہاد شاید ہوتا ہی نہ ' اور روس ہمارے سر پر چھاؤنیاں بنا لیتا۔

۳ ۔ اگر روس کے زیرِ تسلّط ریاستوں میں بڑی بڑی مسلم اکثریت کی ریاستیں نہ ہوتیں اور مسلسل ۵ نسلوں تک الحاد کے رولر پھرنے کے باوجود اسلامیت کی روح اپنے اندر محفوظ نہ رکھ سکتیں تو آج بھی وہ عیسائیوں یا روسیوں کی غلامی میں جکڑی ہوئی ہوتیں۔ بصورتِ دیگر امریکہ' اسرائیل اور بھارت ان کو نوالہ بنا کر ہضم بھی کر چکے ہوتے۔ پھر جتنا قتلِ عام روسی مسلمانوں کا ہوا ہے اس کے باوجود ان کی رفتارِ نسل افزائی اتنی زور دار رہی کہ روسی اس اندیشے میں تھے کہ چند سال بعد خالص روسی آبادی اقلیت میں ہو جائیگی۔

۴ ۔ اگر فلسطینی عرب مسلمانوں کی سائنٹیفک نسل کشی پہلے سے ہو چکی ہوتی تو آج یہ منظر نہ ہوتا کہ نہتے فلسطینی اور کچھ ہتھیار بند چھاپہ مار بھی صف اوّل میں لڑتے لڑتے ختم ہو جاتے ہیں تو صف دوم اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ وہ ختم ہوتی ہے تو اور صف آجاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودی آباد کار اپنے عشرت کدوں اور آزاد ریاست میں بھی ہر وقت ہلاکت یا کسی اچانک حملے کے خوف میں گھرے ہوئے ہیں۔ خوف کی حالت اگر ہر دم مسلّط رہے تو وہ قوموں کو روگ لگا دیتی ہے۔ اگر فلسطینی عربوں کی نسل افزائی کی رفتار تیز نہ ہوتی تو اسرائیلی ریاست پہلے دس سال ہی میں ان کا قصّہ چکا دیتی۔ اور آپ کو آزادی پسند یا گوریلا مجاہد فلسطینی کہیں دکھائی نہ دیتا۔

۵ ۔ اگر کشمیر کے مسلمان بھاری اکثریت کے ساتھ ریاست میں نہ ہوتے تو یہ سوال ہی نہ اٹھتا کہ وہ بھارت سے علیحدگی کا خیال بھی کر سکتے۔ بلکہ غیر مسلم اکثریت کی صورت میں وہ علیحدگی اور پاکستان سے الحاق کی آواز بھی بلند نہ کر سکتے' کجا یہ حال کہ اب وہ بھارت سے نجات پا کر پاکستان میں شامل ہونے کے لیے انتہا درجہ کی قربانیاں دیتے ہوئے جہاد کر رہے ہیں۔ وہ بھارت کا اٹوٹ انگ نہیں رہنا چاہتے' بلکہ اس سے نجات چاہتے ہیں۔

٦ ۔ امریکہ والے (اور مغرب کی ساری عیسائی دنیا) یہ سوچ سوچ کر گھلے جا رہے ہیں کہ روسی مسلم ریاستیں اور کشمیر' پھر پاکستان' افغانستان اور ترکی' دوسری طرف سوڈان اور الجیریا اور الجزائر' لیبیا' شام اور شرق اردن (عراق کو تو پیس ڈالا گیا ---- اسرائیل کی خاطر) کے مسلمان جب ایک یا دو بلاکوں میں جمع ہو جائیں گے تو خواہ یہ ہزار پسماندہ ہوں' ان کی محض آبادی کی قوت اگر دنیا کو لوٹنے والے سرمایہ دار ممالک پر ٹوٹ پڑی تو مغربی تمدن' جمہوریت' کلچر' سرمایہ اور

سائنس و ٹیکنالوجی ان کے بچاؤ کا ذریعہ نہ بن سکیں گے۔ چنانچہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہ اپنی جیب سے ہمیں "نسل گھٹاؤ" تحریک کے لیے سرمایہ دے رہے ہیں اور احسان ہم پر رکھتے ہیں کہ ہمارا فلسفہ نہ مانوگے تو زندہ نہ رہ سکو گے۔

۷ - پاکستان میں بسنے والی اقلیتیں، خصوصاً" عیسائی ، ہندو، قادیانی، اسماعیلی اور شیعہ وغیرہ تو اپنی نسل افزائی تیز رفتار سے کرتے رہیں اور حکومت مسلم اکثریت کو نشانہ بنا لے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ کچھ سالوں میں اقلیتوں کی مجموعی تعداد ہم سے بڑھ جائیگی اور ہم اپنے ہی تشکیل کردہ ملک میں اقلیت بن کر پاکستان بنانے کی سزا بھگتیں گے۔

۸ - دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ خود امریکہ میں کالا سیلاب تیزی سے چڑھ رہا ہے۔ کالوں (خصوصاً" مسلم حصہ) کا کہنا یہ ہے کہ چند ہی برس بعد ہماری تعداد یہودیوں سے بڑھ جائیگی اور ہم اپنے ووٹوں کے زور سے صدر کے انتخاب اور پالیسیوں پر اثر انداز ہو سکیں گے۔ یہ ہے نسلی عددیت کی قوت۔ وہ جو معرکہ اسلحہ یا روپیہ کے یا قانون کے ذریعے نہیں جیت سکتے، اسے وہ اپنی آبادی کی کثرت کے ذریعے سر کریں گے۔ اور وہ پوری خود اعتمادی (self confidence) کے مقام پر ہیں۔

۹ - فیملی پلاننگ کے کچھ قدرتی قوانین بھی ہیں۔ زیادہ دولت مندوں کے ہاں اولاد کم ہوتی ہے (کچھ استثنیٰ بھی ہیں)، غریب طبقوں میں اولادیں زیادہ ہوتی ہیں، خصوصاً" جن علاقوں یا خاندانوں میں دق اور اس قسم کی بیماریاں زیادہ ہوں اور اوسط عمر کم ہوتی ہو، ان میں توالد و تناسل کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے طلسماتی تخمینوں سے ایک فلسفہ کی تعلیم دے لیں گے، مگر جاہل اور ان پڑھ طبقوں میں اس قسم کی بات کریں گے تو وہ کانوں پر ہاتھ رکھ لیں گے کہ "باز آئے محبت سے، اٹھا لو پاندان اپنا۔" یعنی وہ اس موضوع پر بات کرنا ہی ناپسند کرتے ہیں، نیز خدائی نظام میں اتنی بڑی مداخلت (آبادی کی کمی بیشی) کو گناہ سمجھتے ہیں۔ چاہے وہ زبان سے کچھ نہ کہیں۔

۱۰ - متوسط طبقہ کا نچلا غریب حصہ ایک اور وجہ سے فیملی پلاننگ کے چکر میں پھنستا ہے۔ مثلاً میاں بیوی نے بیٹھ کر مشورہ کیا کہ اگر اس مرتبہ ہم گود خالی رہنے دیں تو ہم ایک ٹیلی ویژن خرید سکتے ہیں۔ یعنی ترازو پر ایک طرف بچہ رکھیے، دوسری طرف ٹیلی ویژن، تو پروپیگنڈے کے مارے ہوئے میاں بیوی ٹیلی ویژن اٹھا لیں گے۔ اور قیمت میں ایک بچہ دے دیں گے۔ اسی طرح معیارِ زندگی کے طلسم نے یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ یا بچہ لے لو یا ٹیلی ویژن یا ڈیپ فریزر یا

فرج یا اے سی یا قالین اور صوفہ۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر معیارِ زندگی کو ایک قوم کی حقیقی پیداوارِ دولت سے زیادہ اونچا جانے ہی کیوں دیا گیا؟ اس کی ذمہ داری طبقۂ امراء پر ہے یا پھر حکومت پر کہ وہ کیوں نہ قوم میں سادہ معیار رائج اور برقرار رکھ سکی۔ یہ ہمارے مترفین (نشاط پسند) طبقے ہیں جنھوں نے معیارِ زندگی بڑھایا اور پھر اس نصب العین کی گیند کو لڑھکا کر ساری قوم کو اس کے پیچھے دوڑا دیا۔ اس پاگل پن کی دوڑ میں مردوں کی پگڑیاں اور عورتوں کے آنچل' بابو جی کی ٹائی اور ہیٹ اور مُلا صاحب کی عبا و قبا سب اڑی چلی جا رہی ہیں۔ شرم' حیا' تمیز حلال و حرام' حُبِّ وطن' روشنیٔ ایمان' ضمیر و امانت' عدل و انصاف' شرافت کی قدریں سب غارت ہو رہی ہیں۔

بڑا مسئلہ تو یہ ہے' نہ کہ "بچے دو ہی اچھے"۔ بچے دو ہو کر بھی اگر ایمان دار نہ ہوئے اور معیار پرست اور دولت پرست ہوئے تو کیا حاصل؟ ایک بھی نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

۱۱- کیا وجہ ہے کہ وہ اربوں روپے جن کے فیملی پلاننگ پر خرچ کیے جانے کا اعلان ہو رہا ہے اور وہ اربوں روپے جو پاکستان بننے سے لے کر اب تک اس مقصد پر خرچ ہو چکے ہیں (اور حاصل کچھ نہیں) وہی رقوم اگر پہلے نہیں تو اب سے مثبت رخ پر خرچ کی جائیں' مثلاً ہر سال دس پانچ کارخانے کھلوائے جائیں' چھوٹی پہاڑیوں کے ارد گرد توڑ پھوڑ کر کے نئی زرعی زمینیں برآمد کی جائیں' سطح مرتفع کے علاقوں میں پانی نے کاٹ کر جو زمینیں تباہ کی ہیں ان کے بجائے نیچے بننے والے ناہموار رقبوں کو بلڈوزروں سے ہموار کیا جاتا' اوپر اور نیچے کی زمینوں کو آئندہ کے لیے محفوظ کرنے کا انتظام پانی کے نکاس کے مناسب راستے بنا کر کیا جاتا' سیم اور تھور کے تباہ کردہ رقبوں کو برآمد و بحال کیا جاتا' شہروں کے آس پاس کی قیمتی زمینوں سے جس طرح چار چار یا دو دو کنال کے پلاٹ بنا کے اپنی زرعی قوت کو لٹایا گیا ہے اس کی روک تھام کی جاتی۔ ایک خاص حدِ آبادی مثلاً ۵ لاکھ پوری ہو جائے تو دس میل تک آس پاس کوئی نئی تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ اور پورے ملک میں یہ پابندی لگا دی جاتی کہ آباد کاری کے لیے کوئی پلاٹ کہیں بھی ایک کنال سے زیادہ ایک گھر کے لیے استعمال کرنا ممنوع ہو گا' نیز شہری علاقوں کے قریب بڑے سے بڑا رقبہ دس مرلے ایک پلاٹ کے لیے مخصوص کر دیا جاتا' لیکن جو لوگ کوئی خاص غیر معمولی ضروریات نہ رکھتے ہوں ان کو ۵ مرلے سے زیادہ کا سکنی پلاٹ ملکیت میں رکھنے یا استعمال کرنے سے روک دیا جاتا۔ غریب مزدور' ملازمین اور سرکاری عطیات کے طور پر معذوروں کو دیے جانے والے پلاٹ ۳ مرلے تک محدود کر دیے جاتے۔ یہ جو ہر حکومت پلاٹوں کو بانٹنا

شروع کر دیتی ہے اور وزراء اور ارکان پارلیمان اور افسر اور بڑے لوگ اس سے بھاری فائدے اٹھاتے ہیں' یہ نہایت ناجائز سلسلہ ہے اور اسے فوراً بند کر دینا چاہیے۔

اوپر جو زمینوں کی بازیافت یا تیاری کے لیے پروگرام عرض کیا گیا ہے اس پر بے روز گار نوجوانوں کو قدرے کم مزدوری پر کام سے لگایا جائے۔ ان طریقوں سے وہ سرمایہ کام میں لگایا جائے جو فیملی پلاننگ کے نام پر برباد کیا جاتا ہے اور بیشتر یونہی خورد برد ہو جاتا ہے۔ دریاؤں' نہروں سے ہر سال مٹی نکلوائی جائے' خاص خاص ویران قطعات پر جنگل اگائے جائیں۔ سڑکوں اور نہروں اور ریلوے لائنوں کے دونوں طرف شجر کاری کی جائے جس میں خاص خاص صنعتی ضروریات ملحوظ رہیں۔ درخت ایک دفعہ لگوا دینا کافی نہیں بلکہ درخت لگوانے والے کی ڈیوٹی ہو کہ وہ حفاظت کرے اور پانی دے اور تین سال کسی درخت کی غور و پرداخت کرنے والوں کو کچھ نقد رقم دی جائے۔

۱۲ - اس کا انتظام کیا جائے کہ ہر سال تین چار ہسپتال ' سو پچاس ڈسپنسریاں' گاڑیوں کے ذریعے علاج کے موبائیل انتظامات 'کم سے کم ایک لاکھ نئے ان پڑھ بچوں کے لیے ابتدائی تعلیم کے بلافیس انتظامات' تعلیم بالغان کے ہر صوبے میں اوسطاً" ۵ ہزار سنٹر کھولے جائیں' ملک بھر میں کم سے کم پیشہ ورانہ کاموں کی تربیت کے مراکز کا قیام' (جہاں ٹائپ راٹنگ' سٹینو گرافی' ریڈیو و ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون و ٹیلی گراف کی سکھلائی ' کمپیوٹر کے مختلف استعمالات کی تعلیم ' برقی سامانوں کی مرمت اور بعض کے بنانے کی تربیت' واٹر کولر اور گیس ہیٹرز' اور چولہے اور گرمالے تیار کرنے میں دسترس' فرنیچر اور تعمیراتی کاموں' نیز رنگ و روغن اور وارنش کے استعمال کی سکھلائی' قالین بانی' مختلف قسم کی سیاہیاں تیار کرنے' دفتری اسٹیشنری کے بعض مصنوعاتی اجزا کو بنانے' جوتوں اور چمڑے اور پلاسٹک کے سامانوں کی تیاری میں مہارت پیدا کرنا ----- وغیرہ' بے شمار کام ہیں۔ جن میں سے دو دو' تین تین کو مختلف مراکز میں پھیلا دینا چاہیے۔

"نسل روک " پراپیگنڈا تو چونکہ منفی عمل کے لیے ہے اس لیے آسان ہے' مثبت طریق سے اگر کام کو سنوارنا ہو تو محنت زیادہ پڑتی ہے۔

۱۳ - مندرجہ بالا شق کے مطابق بڑھتی ہوئی نسلوں کے سنبھالنے میں وہ سرمایہ دار اور دولت مند طبقہ حائل ہے جس کے رزق میں سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار گھروں کا رزق ملا ہوا ہوتا ہے۔ قدرت جسے زیادہ دیتی ہے لٹانے اور عیش کرنے کے لیے نہیں دیتی بلکہ غریب اور حاجت مند بھائیوں تک پہنچانے کے لیے دیتی ہے۔ یہ قدرت کی طرف سے امتحان ہے۔ ہمارا طبقۂ بالا بجائے

اس کے اپنی دولت کو امانت الٰہی سمجھ کر اس کو مفید ادارات' نیکی کے کاموں اور غریبوں کی کفالت کے لیے استعمال کرے' الٹا وہ غریبوں کو یہ راستہ دکھاتا ہے کہ "بچے دو ہی اچھے"۔ یعنی غریب طبقوں کی اکثریت اتنی بڑھ نہ جائے کہ اس کے درمیان امیرانہ ٹھاٹ باٹ جاری نہ رکھے جاسکیں اور وہ اپنا حق طلب کرنے کے لیے بواسطہ حکومت یا براہ راست اپنا پریشر اتنا بڑھا دیں کہ دولت کے انبار ہاتھوں سے جاتے رہیں' یا مجرمانہ ذہنیتیں بڑھ جائیں اور جو لوٹ مار شروع ہو چکی ہے وہ تخریبی طاقتوں کی منہ مانگی تحریک بن جائے۔ یہی صورت پورے مغرب اور امریکہ کی ہے' وہ اس خوف میں ہے کہ غریب ملکوں کی بڑھتی ہوئی آبادی (خصوصاً" مسلم آبادی) بہت زیادہ بڑھ نہ جائے کہ ہمارے لیے دنیا کی فریب کارانہ خدائی کو چلانا ممکن نہ رہے اور کثیر اور نفیس پیداواروں کے ڈھیروں سے کہیں ہم محروم نہ ہو جائیں۔ اس لیے تحریک چلا دی کہ ایشیائی اور مسلم ممالک میں خاندانی منصوبہ بندی کی رفتار تیز کی جائے۔

۱۴ - دلچسپ بات یہ ہے کہ جن مسلمان ریاستوں میں مدتوں سے مشنری پادری اپنے اداروں اور گروہوں کے ساتھ گھسے ہوئے ہیں وہاں وہ اپنے لیے اور عیسائیت قبول کرنے والی آبادی کے لیے تو اپنے ملکوں اور اقوام متحدہ تک سے اسبابِ زندگی منگوا لیتے ہیں اور ایک طرف تبلیغ سے اور دوسری طرف تولید سے اپنی طاقت بڑھاتے چلے آرہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو ایک تو مغرب کی نوازشوں سے محرومی لازم' دوسری طرف عیسائی گروہ ان کے لیے نت نئے ہنگامے اور چیلنج پیدا کرتے ہیں اور تیسری طرف مسلمانوں کی بھوک کی بھیانک تصویریں بنا کر ان سے کہتے ہیں کہ آبادی کو بڑھنے سے روکو' ورنہ بھوکے مرجاؤ گے۔ یعنی بڑی خوبصورت تجویز ہے مسلمان ملکوں پر قبضہ کرنے کی۔ چند سال بعد سہی۔

اس وقت سوڈان میں تو قدیم مشرک قبائل میں سے تبلیغ کے شکار کردہ افراد اور ان کی نسلیں مشنری حلقوں ----- پادریوں' ڈاکٹروں' معلموں اور نرسوں کی باہر سے مسلسل آنے والی تعداد اور ان کی پھیلتی نسلیں' مغربی سرمائے اور پراپیگنڈے کے ساتھ اس قابل ہو گئی ہیں کہ جنوبی سوڈان میں انہوں نے بغاوت اٹھا دی۔ اگرچہ ابھی مسلمانوں کی قوت اتنی ہے کہ روک تھام ہو گئی مگر مشنریوں کے باقاعدہ منصوبے سے مورچہ بندی مستقبل قریب کے لیے ہے۔

۱۵ - دیکھ لیجئے جہاں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان بدنصیبوں پر کیا بیت رہی ہے۔ کشمیر میں دیکھیے' پورے بھارت میں دیکھیے' فلسطین کے مسلمانوں کو دیکھیے۔ یونان میں رہ جانے والے مسلمانوں پر نگاہ ڈالیے' بوسنیا کے مسلمانوں کے سر سے گزرتی ہوئی قیامت کو دیکھیے'

اراکان اور برمی مسلمانوں کا حالِ زار ملاحظہ فرمایئے' روس میں مسلمانوں پر پچھلے ۷۰ سال میں جو گزری اسے یاد کیجئے' اریٹیریا کے مسلمانوں کی طرف توجہ فرمایئے' جنوبی فلپائن کے مسلمانوں کو بھی اپنی ہمدردیوں کا مستحق سمجھیے۔ گویا دنیا بھر میں آپ کی فیملی پلاننگ زور شور سے ہو رہی ہے۔ پھر کیا آپ کاٹھی پر کاٹھی ڈالنا چاہتے ہیں؟ ملکوں ملکوں کتنا بڑا قتل عام ہے جو مسلمان ملکوں میں ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ خود ہمارے اکثریتی ملک میں مسلمان مسلمان پر کلاشنکوف تانے ہوئے ہے۔ یہ تو نتیجہ ہے بیرونی اشرار کی مداخلتوں کا جنھوں نے یہاں کے اچھے بھلے شہریوں کے ذہن اور کردار بگاڑ دیے ہیں۔

مغرب میں باہر سے گئی ہوئی اور مقامی مسلم اقلیتوں کے ساتھ یہ زیادتی دیکھیے کہ وقتاً فوقتاً ان پر حملے کیے جاتے ہیں۔ سلمان رشدی کی توہینِ سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور تضحیکِ اسلام پر مشتمل کتاب کی اشاعت پر وہاں کے قانون میں اتنا انصاف نہیں ہے جتنا عیسائی مذہب اور حضرت عیسیٰؑ اور جناب مریم کے بارے میں توہین و تضحیک کو روکنے کے لیے ہے۔ آپ کی اقلیتوں کی اولادوں پر وہاں کے سرکاری ہی نہیں' خود آپ کے قائم کردہ سکولوں میں وہاں کی گندی ثقافت ٹھونسی جاتی ہے۔ اسکولوں میں سور کا حرام گوشت بچوں کو دیا جاتا ہے۔ ان کے سامنے جنسی احوال کو بالکل نو عمری میں اتنا زیادہ فاش کر دیا جاتا ہے (بذریعہ نصاب' ٹیلی ویژن و درس اساتذہ) کہ نہ شرم و حیا نام کی کوئی چیز باقی رہتی ہے' نہ ماں باپ کا ادب و احترام۔ بلکہ ماں باپ کسی بات سے روکیں یا آوارہ پھرنے سے منع کریں تو ان کی صاحبزادیاں تھانے میں جاکر رپورٹ کریں گی اور فوراً والدین کو سزا دلوا دیں گی۔ فرانس میں تو یہ قصہ بھی ہو چکا ہے کہ مسلمان لڑکیوں کو سر پر سکارف وغیرہ لینے سے منع کر دیا گیا۔

کیا یہ سب اقلیت میں ہونے کی سزا نہیں ہے جو مسلمانوں کو مل رہی ہے؟

بس آپ یہی نغمہ الاپتے رہیے کہ "بچے دو ہی اچھے"۔

۱۶ - ذرا یہ بھی خیال رکھیے کہ آپ سے معاندانہ معاملہ ایشیا کی سپرپاور بننے کے خبط میں مبتلا بھارت کا ہے۔ وہ تقریباً ۸۹ کروڑ کی آبادی کا ملک ہے اور اس آبادی میں سے ۱۱ لاکھ مستقل فوج کھڑی کی گئی ہے اور نیم فوجی تنظیمیں الگ ہیں۔ آپ کی فوج کی عددیت اس سے لازماً کم رہے گی۔ یہ کم تعداد فوج صرف زیادہ استعداد (ایمان' جذبۂ شہادت' شوقِ جہاد' بہترین ڈسپلن' نقل و حرکت میں تیز رفتاری اور اسلحہ پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول) کے بل پر حریف کا مقابلہ کر سکتی ہے' جو بہت سی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ لیکن اگر آپ فیملی پلاننگ شروع کر دیں تو دس سال میں

آپ کی عددی قوت کا گراف گرنے لگے گا' اور ۲۵ سال بعد آپ کے ہاں بوڑھوں کی تعداد زیادہ ہو گی اور جنگی نوجوانوں کی کم۔ پھر آپ جن ہمسایوں کی زد میں ہیں ان سے کیسے معاملہ کریں گے؟

فیملی پلاننگ ہماری تباہی ہے۔ جیسے ایٹم بم کے لیے بھٹو صاحب نے کہا تھا کہ ہم گھاس کھا لیں گے مگر ایٹم بم ضرور بنائیں گے۔ یہی صورت آبادی کے "بم" کی ہے۔ آپ کو ہر حال میں عددیت کو کم نہیں ہونے دینا ہے' چاہے گھاس کھا کر وقت گزارنا پڑے۔

۱۷ - آبادی یا عددیت کا ایک جنگی تجربہ آپ کو یاد دلائیں جو قریبی مقام پر ہوا۔ بھارت اور چین میں تصادم ہوا۔ ایک طرف انڈیا کی فوجیں پہاڑی پر توپیں ' مشین گنیں اور رائفلیں تان کر بیٹھیں اور دوسری طرف چینی فوج کے سپاہی پورے محاذ کے برابر لمبی صف بنائے ہوئے مقابل کے پہاڑ سے اترے اور گولیاں چلاتے ہوئے بڑھے۔ آخر ساری صف ختم ہو گئی' پھر ویسی ہی دوسری صف نمودار ہوئی اور وہ بھی گولیاں چلاتی ہوئی اور گولیاں کھاتی ہوئی ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس سلسلے کے نتیجے میں بھارت کی نفری بھی کم ہو گئی اور گولہ بارود تمام ختم ہو گیا۔ توپیں اور مشین گنیں خاموش ہو گئیں اور بھارتی فوج کو بھاگنا پڑا۔ دیکھیے یہاں صرف عددیت نے اتنا بڑا کام کیا کہ بڑے کثیر اسلحہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔

۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء کے معرکے کے دوران میں خاصا بڑا علاقہ پاکستان کی فوج کے قبضے میں آگیا تھا۔ مگر اتنا آگے جانے کے بعد انہوں نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ پوچھا گیا کہ آپ لوگ مفتوحہ علاقے کو کیوں چھوڑ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس آدمی نہیں ہیں جو اس علاقے پر قبضہ برقرار رکھ سکیں۔

اب ذرا سوچیے کہ آبادی کو کم کر کے آپ اپنی کیا **سٹریٹیجک** پوزیشن بنا لیں گے؟

۱۸ - مالتھس سے پہلے بھی مسئلہ آبادی پر مختلف ممالک اور زمانوں میں سوچا گیا۔ مگر مالتھس نے ذرا زیادہ وضاحت سے نظریہ کو نکھار کر پیش کیا۔ مگر اس نے آبادی کے متعلق خوراک یا معاش کی مناسبت سے جو تخمینے دیے وہ غلط ثابت ہوئے۔ بعد والوں نے یہ رائے قائم کی کہ وسائل اور ضروریات میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس دلیل کو موثر تو تسلیم کیا گیا مگر یہ اصول نہ ٹوٹا کہ آبادی کا اضافہ ۲ x ۲ x ۲ کی رفتار سے ہوتا ہے اور ذرائع کا اضافہ ۲+۲+۲ کی رفتار سے ۔ ایک طرف نتیجہ آٹھ ہے' دوسری طرف ۶۔ یہ عمل جتنے طویل ہندسوں پر کیا جائیگا اتنا ہی فرق بڑھتا جائیگا۔

لیکن یہاں ایک چیز نگاہوں سے اوجھل رہ گئی کہ وسائل اور پیداواروں کا اضافہ کچھ عرصہ عام رفتار سے چلتا ہے مگر چند سال میں وہ ایک بڑی جست لگاتا ہے۔ جیسے مشینی دور کے آغاز سے' اسٹیم اور پٹرول کی ایجاد سے' پھر بجلی کے انکشافات اور اس کے نئے نئے استعمالات سے' پھر اٹامک انرجی سے' اور اب سورج کی حرارت سے جو سعی شروع ہوئی ہے اس کے اثرات نہ جانے کہاں پہنچیں گے۔ اٹامک انرجی کے اثرات صنعت پر ہی نہیں' زرعی پیداواروں پر بھی ہیں اور انسانی صحت پر بھی حیرت انگیز تجربات جاری ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ کب پیداواری نظام کی کوئی نئی جست نمودار ہو جائیگی۔ اور وہ کتنے مسائل کو کتنی بڑی آبادی کے لیے حل کر دے گی۔ کمپیوٹر کا دور شروع ہوگیا ہے' آگے روبوٹوں کا دور آرہا ہے۔

الٹرا ساؤنڈ ویوز (Ultra Sound Waves) کی ساحریاں دیکھیے' لیزر شعاعوں کے شگوفے دیکھیے اور اندازہ کیجئے کہ کیا کیا کچھ نمودار ہو سکتا ہے۔

اب مالتھس اور بعد کے نظریہ سازانِ آبادی کو ہم نے اپنی زمامِ عقل اس طرح آنکھیں بند کر کے سونپی ہے کہ ہم مسئلہ آبادی کو خوراک اور معاش کے ساتھ وابستہ کرنے کے علاوہ اور کچھ سوچتے ہی نہیں کہ اس مسئلے کا تعلق کن کن امور سے ہے یا ہو سکتا ہے۔ اوپر ایسے بہت سے مسائل کا ذکر آچکا ہے۔

۱۹ - مثلاً یہ وجہ مسئلہ آبادی کے تحت کم ہی زیرِ بحث آئی ہو گی کہ کچھ قومیں مدت ہائے مدید تک کمزور ملکوں کو اپنے نو آبادیاتی دورِ شہنشاہیت میں اتنا کوٹتی رہی ہیں کہ ان کی دولت کو پوری طرح نچوڑ لے گئی ہیں۔ یہ لوٹ مار ان کے ذرائع و رسائل اور پیداواری قوتوں کو مستقل طور پر بڑھا دینے کا باعث ہوا۔ کیا ایسی لٹیری قوموں کا حساب آپ نارمل سسٹم پر لگا سکتے ہیں۔ یا مثلاً جیسے کویت بذریعہ عراق اور عراق بذریعہ امریکہ و اتحادیان مغرب تباہ کیے گئے ہیں' اس کے بعد ان کی آبادیوں اور آمدنیوں کا حساب سابق فطری احوال کے مطابق ہو سکتا ہے؟ جیسے آپ کہتے ہیں کہ جس نے اعلیٰ تعلیم پائی وہ لازماً" سوسائٹی میں خوش حالی حاصل کر لے گا۔ ایک شخص نے ایم اے' ایل ایل بی کیا اور چند سال کی پریکٹس کے بعد ہی وہ محکمہ جوڈیشری میں بطور جج لے لیا گیا۔ لیکن اس کی کمائی کے قیمتی ماحصل کو کچھ ڈاکو لوٹ کے لے گئے اور اس کی عظیم الشان عمارت کو آگ لگا گئے۔ اب فرمایئے اس کی تعلیم پیش آمدہ دورِ غربت کو کیسے سہارے گی اور کس طرح وہ ایک بیوی اور پانچ بچوں کی ضروریات اور تعلیمی مصارف پورے کرے گا۔ اسے تو کرایے کے ٹھکانے میں رہنا ہوگا۔

دوسری طرف کیا ان ڈاکوؤں کی آپ تحسین کریں گے کہ کمال ہے ان لوگوں نے کثیر العیال ہونے کے باوجود اپنا انتظام کرلیا۔

گویا تاریخی حوادث کا بھی ایک بڑا دخل ہے۔ اور اسی طرح جغرافی وجوہ کا بھی۔ کسی کم پیداوار ملک میں یکایک کثیر مقدار میں تیل نکل آتا ہے' کثیر آبادی کے کسی خطے میں سونے کی کانیں' بلکہ پیتل یا پارے یا ٹین وغیرہ کی کانیں دریافت ہو جاتی ہیں' یا کسی زلزلے سے باہر کے کسی ملک کے دریا کا بہاؤ دوسرے ملک کی طرف ہونے لگتا ہے۔ یا جدید سائنسی و ٹیکنالوجیکل صلاحیتوں کے ساتھ باہر سے کچھ اپنے لوگ آکر سکوٹر یا ٹیلی وژن یا کمپیوٹر وغیرہ تیار کرنے لگتے ہیں' جدید آلات کشاورزی اور کھادوں اور دواؤں کے ذریعے' نیز برقی ذرائع کی وسعت کے تحت ٹیوب ویل کھود کر آبپاشی کے انتظامات بڑھا دیتے ہیں۔ تو کیا کثیر آبادی کا کم و سائل ملک دس سال میں اپنا پانسہ پلٹ کر نہیں رکھ دے گا۔

۲۰ - ایک مشکل یہ ہے کہ اربوں روپے کے خرچ سے ایک بار قوم کو اگر آپ فیملی پلاننگ کے راستے پر ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور زواقین اور زواقات کو بغیر کسی اندیشۂ اظہار حمل کے بدکاری کا کھلا موقع مل جائے۔ نیز ماڈرن عورت کو مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی میں گھلنے ملنے' بناؤ سنگار کے ساتھ بازار گردی اور طرح طرح کے فیشن اختیار کرکے ملک اور غیر ممالک میں سیر سپاٹے کرنے میں فطرت کی فتنہ سامانیاں مداخلت نہ کریں تو قطع نظر اس سے کہ بدکاری کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا کیونکہ آپ معصوم لڑکوں اور لڑکیوں سے لے کر مردوں عورتوں تک ہر کسی کو بذریعہ تعلیم' بذریعہ ٹیلی وژن اور بذریعہ لکچرز (مع میجک لینٹرن بیالوجیکل تصاویر و نقشہ جات) راز پس پردہ کو' اٹھا کے بھرے بازار میں لا فاش کریں گے اور آپ کا دیا ہوا علم صرف علم کے خانے ہی میں جا کر نہیں ٹکے گا۔ وہ خواہش اور شہوت کے قانون میں اپنا کام کرے گا۔

بہرحال جب یہ وبا عروج پر آجائے گی تو چند سال میں اس کے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے' اور پھر آپ پہیے کو واپس گھمانا چاہیں گے کہ آبادی مسلسل کم ہوتی جارہی ہے اس کا تدارک کیا جائے۔ ایک بار آپ کو پھر اربوں روپیہ خرچ کرکے پروپیگنڈا کرنا ہوگا' لوگوں کو زائد بچوں کے لیے وظائف دینے پڑیں گے۔ پھر بھی کامیابی میں دیر لگے گی۔

۲۱ - آبادی کی ضرورتیں سامنے رکھیے۔ ایک یہ کہ بین الاقوامی مجالس میں آپ کی حیثیت آبادی کے کم و بیش ہونے کے لحاظ سے متعین ہوگی' جب کبھی ایڈ یا قرضوں یا اسلحہ کی تقسیم یا غذائی و دوائی امداد (بوقت مشکل) تقسیم کرنے کا موقع آئے گا تو آپ کا حصہ آبادی کے لحاظ سے متعین

ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ۳ کروڑ آبادی والے علاقے کو ۶۰ کروڑ آبادی والے علاقے کے برابر سمجھا جائے۔ پھر دنیا میں ممالک کی قدرو قیمت کا ایک معیار یہ ہے کہ وہ مصنوعات کی کتنی بڑی منڈی ہیں۔ مثلاً" ۳ کروڑ افراد کے لیے چائے یا کپڑے یا اونی مصنوعات یا گھریلو استعمال کی مشینوں یا سکوٹروں' ٹائپ رائٹروں' برقی سامان وغیرہ کی جو تعداد درکار ہوگی' ۶۰ کروڑ آبادی والے ملک میں اس کا ۲۰ گنا کھپے گی۔ اس وجہ سے لحاظ داری میں' اہمیت دینے میں' قرض اور اسلحہ دینے میں' دوستانہ معاہدے کرنے میں ان کے درمیان اوّل درجے کا تعلق ہوگا۔

۲۲ - یہاں اس بات پر بھی توجہ دلادی جائے کہ زراعت اور خاص طور پر انڈسٹری اس ملک میں چل سکتی ہے جہاں کی کثیر آبادی consumers فراہم کرے۔ ہر ملک کی پہلی مارکیٹ اس کی اپنی آبادی ہوتی ہے' اگر وہی حوصلہ شکن ہو تو آگے ترقی کیسے ہوگی۔

نیز زراعت و صنعت اور سائنس و ٹیکنالوجی و دفاعی سامان کی تیاری کے سارے کام بڑے وسیع پیمانے پر لیبر چاہتے ہیں۔ اگر آپ کی قلیل آبادی زیادہ کاموں کے لیے لیبر ہی فراہم نہ کر سکے تو کام کیا ہوگا۔

۲۳ - اس کے معنی یہ نہیں کہ چھوٹے ملکوں کے لیے جینے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ البتہ اس کے لیے غیر معمولی کوشش سے علم' ایجادات اور قومی مصارف میں بچتوں کے ذریعے سرمایہ پیدا کرکے اپنی سستی لیبر کے ذریعے خاص راستہ بنانا ہوگا۔ جس کی مثال جاپان اور کوریا وغیرہ ہیں۔

بس شرط لازم یہ ہے کہ آپ اپنے حکمرانوں اور افسروں کو اس پر آمادہ کریں کہ وہ ملکی دولت میں سے کم سے کم حصہ لیں' عوام استعمالی اشیاء اور تقاریب میں کم سے کم مال صرف کریں' بڑی زمینداریوں والے لوگ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی زمینیں پبلک لمیٹڈ فرم کی شکل میں رجسٹری کرائیں اور ۵۱ فیصد ملکیتی حصے رکھ کر بقیہ ۴۹ فیصد میں سے ۱۹ فیصد حکومت کو اور ۳۰ فیصد پبلک کو فروخت کریں۔ حاصل شدہ رقم سے ٹریکٹر' ٹیوب ویل' تھریشر' بلڈوزر' برقی نظام' اکاؤنٹس آفس' مشینی مرمت کی ورکشاپ' نئے نئے قیمتی بیج' کیڑے مار دوائیں' حاصل کریں۔ ۲'۳ زرعی سائنس دانوں کا گروپ مع لائبریری و لیبارٹری موجود رہے جو ضروری زرعی مسائل پر تحقیقات کرتا رہے۔ یہ پابندی ہونی چاہیے کہ زمین کی کم سے کم مقدار کو سکنی پلاٹوں کی شکل دی جائے۔ تمام سامان آرائش کی درآمد بند کر دی جائے' تعیشات (luxuries) کی درآمد بھی بند کی جائے اور استعمال بھی ممنوع ہو۔ مشروب اور رقص و موسیقی کے non productive ادارے جن کے مصارف تبذیر کی حد میں جاتے ہیں' یکسر ممنوع ہوں۔ بڑی کاریں ختم کر دی جائیں۔

ایک گھر میں ایک سے زیادہ گاڑی نہ ہو۔ کسی شخص کو ۳۰ گیلن روزانہ سے زیادہ پٹرول نہ دیا جائے۔ دفتری گاڑیوں کو ذاتی استعمال میں نہ لایا جائے۔ نئی ایجاد یا بچت کی کسی نئی تجویز پر انعامات اور سندات جاری ہوں۔

۲۴ - بیچ میں یہ بات رہ گئی کہ فیملی پلاننگ کے عالموں اور ناظموں کو مسٹر پروفیسر عزیز صدیقی کا وہ مضمون لازماً" پڑھنا چاہیے کہ غالباً" اسی سال کے کسی شمارے میں آیا ہے۔ انہوں نے بالکل نئے انداز سے ایک پہلو سامنے رکھا ہے۔ یعنی ممالک کی چار قسمیں ہیں۔ (ا) آبادی کم اور آمدنی بھی کم (۲) آبادی زیادہ اور آمدنی بھی زیادہ (۳) آبادی کم اور آمدنی زیادہ (۴) آبادی زیادہ اور آمدنی کم۔

خلاصہ یہ کہ انسانی عددیت کا دامن لازمی طور پر آمدنی کی معیاریت سے بندھا ہوا نہیں ہے۔

۲۵ - میڈیکل جرنل اور سائنسی جرنل کے علاوہ جو لوگ ریڈرز ڈائجسٹ یا ٹائمز امریکہ یا نیوزویک پڑھتے ہیں' وہ گاہ بہ گاہ حمل روک دواؤں اور ترکیبوں کے علاوہ اسقاطِ حمل کے اثرات کا کچھ نہ کچھ مطالعہ رکھتے ہونگے۔ کوئی حمل روک گولیاں یا رِنگ یا Cap وغیرہ ایسی چیز نہیں ہے جو فوری ضرر یا کچھ عرصہ بعد کے نتائجِ بد نہ رکھتی ہو۔ The pill جس کی بڑی تعریف کر کے دنیا بھر میں اسے پھیلایا گیا ہے' اس کے بھی مضرات ہیں۔ اصل میں انسانی وجود کی انتہائی پیچیدہ اور نازک مشینری کو بے جا چھیڑنے اور شاخوں سے گزر کر جڑوں تک پر نشتر چلا دینے کا معاملہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ بسا اوقات دوسری تکالیف کے علاوہ کسی جوڑے یا خاندان کا معیاری نظامِ تولید بدل جاتا ہے۔ کبھی اولادوں کے کوئی اعضا ماؤف ہوتے ہیں' کبھی لمبے پرہیز کرنے والی خاتون کے ہاں اکٹھے ۲ یا ۳ یا ۵ بچے پیدا ہو کر اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کبھی دو بچوں کے بدن جڑے ہوتے ہیں۔ کئی پیدائشی نابینا یا بہرے یا کسی اور طرح معذور ہوتے ہیں۔

ان سارے مسائل کی باریکیوں میں جائے بغیر قومی خزانے کے خرچ سے اشتہار دے دینا کہ "بچے دو ہی اچھے" بڑی لاپروائی کی بات ہے۔

آپ کے ہاں تو کسی ایسے ادارے کا وجود ہی نہیں معلوم ہوتا جو اس مسئلے پر پورا لٹریچر پڑھے اور تولید کو روکنے کے طریقوں کے بیالوجیکل اور نفسیاتی نتائجِ بد کی تفصیل تک سامنے رکھتا ہو۔ محض ایک "ایڈ" کا روپیہ ہضم کرنے کے لیے قوم کے مردوں اور عورتوں کو ایک پیچیدہ چکر میں ڈال دینا بڑا افسوسناک امر ہے۔

۲۶ - بچے ماں باپ کی قربانی سے پلتے ہیں۔ وہ خود بھوکا رہ کر ان کو کھلاتے ہیں' وہ خود سردی میں

ٹھٹھر کر بچوں کو گرم رکھنے کا سامان کرتے ہیں۔ یہی قربانی ایک دو بچوں کے لیے بھی ہوتی ہے اور یہی قربانی چھ سات کی تعداد تک جاری رہتی ہے۔ اسی ایثار و قربانی سے وہ خاص محبت وجود میں آتی ہے جو ہمارے معاشروں میں رہی ہے۔ اس محبت کے تحت اولادیں والدین کی خدمت گزار اور والدین ان کے لیے شفیق ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ محبت بہوؤں اور پوتوں تک چلتی ہے اور دوسری طرف بیٹیوں' دامادوں اور نواسوں' نواسیوں تک جاری رہتی ہے۔ اس بیکراں محبت کی ٹھوس عملی بنیاد ہوتی ہے۔ باپ دوہرے دوہرے کام کرتا ہے' ماں سینے پرونے اور کڑھائی کے کاموں کی اجرت حاصل کرتی ہے' کبھی چرخہ کات کر اور کبھی کشیدہ کاری کرکے' ٹوپیاں اور ازار بند بنا کر' دوسرے گھروں میں برتن یا کپڑے دھو کر دس سال کا مشکل دور کاٹتی ہیں۔ پھر حالات پلٹا کھا جاتے ہیں۔ دوسری طرف وہ ماں اور باپ ہیں جو بچہ سنبھالنے کی ذمہ داری آپڑنے پر یہ سمجھتے ہیں کہ "دل دے کے ہم تو فتنہ در آغوش ہو گئے"۔ ایک طرف اپنے بدنی تقاضوں کا انضباط اور نگاہوں کا بے میل رکھنا' دوسری طرف ماں باپ دونوں کا اپنی اپنی نوکریوں کی طرف بھاگنا اور جلدی سے جلدی "بچے" کی بلا کو کسی "بچہ گھر" میں پھینکنا (جان بچی سو لاکھوں پائے) محبتوں کی جڑ جمنے ہی نہیں دیتا۔ مغرب تو یہاں تک پہنچا کہ ماں اپنے زندہ بچے کا سر دیوار پر پٹخ پٹخ پر اسے ختم کرتی ہے۔ اور جواز یہ پیش کرتی ہے کہ اس کا کیا حق ہے کہ میرے لطف و آرام میں خلل انداز ہو۔ نتیجتاً" اولادیں کم' طلاقیں کثیر' بچے نہ ادھر' نہ ادھر--- خراب خستہ حال' حتیٰ کہ جرائم پیشہ بنتے ہیں۔

غریب اور کثیرالعیال گھروں کو پچھلے دور کے خدا پرست لوگ بہ حیثیت رشتہ دار اور بہ حیثیت پڑوسی مدد بہم پہنچاتے اور بہت سے خیر خیرات کے موقعوں اور تقریبوں پر ان کو سہارا دیتے ہیں۔ کاش کہ اوپر حکومت بھی ماں باپ بن کے موجود ہوتی۔ بہرحال یہ بچے مزدوریاں کرتے کراتے' کچھ بیمار' کچھ تندرست پل ہی جاتے ہیں۔ آگے کوئی ان کو کام سکھانے اور ان سے کام لینے کا نظم موجود نہیں۔

اس لیے حکمران پکارتے ہیں کہ "بچے دو ہی اچھے" ---ورنہ ہم کہاں سے ان کی پڑھائی کا اور روزگار کا انتظام کریں۔

۲۷ - میری چشم دید مثالیں ہیں کہ بہت سے گھروں میں سات سات' آٹھ آٹھ بچے پیدا ہوئے' پھر ان میں کسی ایک کو پوری قوت صرف کر کے ماں باپ نے میٹرک کرایا' اس نے وظیفہ لے کر زیادہ اونچی تعلیم حاصل کی' پھر اپنے دوسرے بھائی کو "دایا بھٹنڈا" ایم اے تک پہنچا دیا' پھر

تیسرے کو، پھر چوتھے کو ـــ الغرض کوئی فوجی افسر ہے، کوئی ایس پی پولیس، کوئی پائلٹ، کوئی اٹامک انرجی کے تجربات میں مصروف اور کوئی ڈاکٹر پروفیسر اور کوئی ایم این اے۔ یہ سب نتیجہ ہے بھائیوں کے باہمی ایثار کا۔ پھر انہوں نے ماں باپ کو بھی سنبھال لیا۔

اب اگر ایسے لوگوں کے ماں باپ "بچے دو ہی اچھے" کا منتر پڑھ لیتے تو پھر یہ سارا کچھ ہوتا ہی نہ۔ منفی جذبوں کے ساتھ ہرے ہوئے دل، معاش اور روپے کے بت کی خیالی پرستش مگر حالات سے لڑنے کا جذبہ ناپید۔ وہ دو بچے بھی غریب ہی رہتے اور مصیبت ہی ثابت ہوتے۔

۲۸ - یہ سوال بھی زیر بحث آتا ہے کہ جس مرتبہ آپ تولید کا دروازہ بند کر دیتے ہیں، اس مرتبہ نہ جانے کس اعلیٰ پائے کی شخصیت کا سپرم منزل پر پہنچے بغیر ختم ہو جاتا ہے اور جب آپ کواڑ کھولیں تو عین ممکن ہے کہ ایک مزدور اور کلرک بننے والا فرد دروازے سے داخل ہو، اور جب آپ بند رکھیں تو اس عرصے میں نہ جانے غیر مسلموں میں کتنے چرچل اور مسلمانوں میں کتنے ابن تیمیہؒ اور کتنے صلاح الدین ایوبیؒ اور کتنے اقبالؒ منزل پانے کے بجائے موت کے گھاٹ اتر جائیں۔ آپ کیسے تلافی کر سکتے ہیں۔

۲۹ - آج کے خوفناک دور میں گھروں کے تحفظ (جان، مال، عزت) کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اب تو وہی گھر معرکۂ حیات میں بچ بچا سکتا ہے جس میں چار چھ آدمی جانیں لڑانے کی ہمت رکھتے ہوں اور بلحاظ منصب مختلف محکموں میں رسوخ بھی رکھتے ہوں۔ ورنہ دو بچوں کے گھر میں ڈاکوؤں کی ایک ٹولی کود کر پہلے تو بچوں ہی کو بہ ارادہ اغوا برائے حصول تاوان اٹھا لے جاتی ہے، پھر سربراہ کو گولی مار دیتی ہے، پھر اس کی بیوی اور بیٹی کی عزت بھی لوٹ لیتی ہے۔ تحفظ نہ حکومت دے سکتی ہے، نہ پولیس اور نہ محلّہ داروں تک کوئی فریاد ہی پہنچتی ہے۔

پس کثرتِ اولاد سامانِ تحفظ بھی بنتی ہے۔ کسی معرکے میں دو مقتول ہو جاتے ہیں تو چار کے سر اتار بھی دیتے ہیں۔

یہ رہن سہن کہ دور دور، کھلی کھلی، الگ الگ کوٹھیاں ہوں، اندر ایک میاں بیوی، دو ایک نوکر اور دو بچے ہوں تو مجرموں کے لیے کتنی اچھی شکار گاہ ہے۔

۳۰ - جن اولادوں نے محبت و ایثار کی فضائیں ہی نہ دیکھی ہوں، جن کو شرفِ انسانیت کی قدروں ہی کا نہ پتا ہو، جو روپے پیسے کے علاوہ کچھ نہ جانیں -- نہ خدا نہ رسول، نہ تاریخ معرکۂ خیر و شر، نہ شجاعت و خودی کی روایات، وہ تو کبھی کسی معرکے میں لڑ ہی نہیں سکتیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ صرف ایسی لڑائی لڑ سکتی ہیں جیسے امریکی سپاہیوں نے خلیج کے خطہ میں لڑی، یعنی آنکھوں

میں لگانے کا لوشن، ہونٹوں پر ملنے کی دوا، شراب ساتھ، لیڈی رجمنٹ بھی ہمراہ-- بس مشینوں سے سارا کام لینا ہے اور دشمن کو تباہ کرنے کے لیے صرف بٹن دبانا ہے۔ بخلاف اس کے اگر امریکی سپاہی کو صرف رائفل دے کر اس کے مقابلے میں مصری، پاکستانی، افغان، کشمیری، کسی بھی مجاہد کو رائفل مہیا کر کے کھڑا کر دیا جائے تو امریکی سپاہی کبھی معرکہ جیت نہیں سکتا۔ امریکی سپاہی کشمیری برف زاروں میں، افغانی کوہساروں میں اور عربی ریگ زاروں میں ہمارے کسی بھی سپاہی کے ساتھ مقابلے کی دوڑ نہیں لگا سکتا۔ "بچے دو ہی اچھے" والے فلسفے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

۳۱ - اب ان اشارات سے آپ جو بھی نتیجہ اخذ کریں، آپ کو اختیار ہے۔ پھر ملّاؤں کو جتنی گالیاں آپ دینا چاہیں اور مالتھس اور نومالتھسیوں کے لیے جتنے حمدیہ گیت آپ گانا چاہیں، ضرور گائیں۔ ہماری دلچسپی حقائق سے ہے۔ مختصر یہ کہ "روز ہیجا بکار می آید اسپ لاغر، نہ گاد پرواری" یعنی جب جنگ ہو تو کمزور سا گھوڑا بھی میدان میں کام دیتا ہے، لیکن خوب پلا پلایا بیل معرکوں میں بے کار ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی کی جنگ لڑنے کے لیے وسیع عرصۂ پیکار میں اگر آپ خوب فربہ اندام اور سامانِ آسائش کے پروردہ تھوڑے سے خوب صورت نوجوان ایم اے، یا ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی کی سندیں گلے میں لٹکائے ایک کونے میں سمٹے کھڑے ہوں تو وہ بچارے رائفلیں اور مشین گنیں تو اٹھا اور چلا لیں گے لیکن گھڑی دو گھڑی میں سب "شہید" ہو جائیں گے۔ ہاں کم تعلیم یافتہ، کم موٹے اور کم حسین نوجوان اگر کثیر تعداد میں رن میں اتریں گے تو وہ رائفل کی گولیوں اور ہینڈ گرنیڈوں کے بل پر مرتے مارتے پیش قدمی کر جائیں گے۔

جنگِ حیات میں زیادہ جذبے والے لوگ زیادہ تعداد میں چاہئیں--- خواہ میدان زراعت کا ہو، صنعت کا، یا دفاع کا۔ بہت توانا اور بہت تعلیم والے لوگ تو معاشرے میں تھوڑے ہوں تو بھی بہت، کیونکہ منصوبہ بندی اور رہنمائی کے کام وہ کریں گے۔

۳۲ - اب آخری بات---!

"عقل آفاق میں پھر پھر کے گماں تک پہنچی!" --- جو بات ہم عقلی طور پر جاننے کے لیے اصول و احوال کی لمبی چوڑی چھان پھٹک کر کے ایک ظنی (اور مشتبہ) نتیجے تک پہنچتے ہیں، اسی کو وحی و نبیؐ ایک مختصر سے جملے میں بیان کر دیتے ہیں۔ اور یہ بیان ایمان و یقین پیدا کرتا ہے۔ آپ لاکھ نکتے چھانٹتے رہیں مگر ایمان والے آدمی کے لیے یہ ایک حدیث کافی ہے:

حضورؐ نے فرمایا: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ

ایسی عورتوں سے شادی کرو جو حفاظت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی ہوں

بقیہ بر صفحہ ۴۷